اُس ذات کو لغت ہی نہ ہی کچھ توصیف ادراک سی عاجز ہے بشر وہ کیا ہے	باقی	پانیکو اُس کے امر ہے نہ تکلیف بس کچھ بھی نہین ہے اسم و رسم تعریف
اللہ تجلی ظہورا الاسما بالشمس کما تغنی جرم القمر	درد	ایاہ وجدنا بحضور الاسما الخلق منور به نور الاسما
اللہ کی تجلی ہے ظہور اسما خورشید سے جس طرح منور ہی قمر	باقی	ہمنے اُسے پایا بہ حضور اسما یون خلق منور ہے بہ نور اسما
لا یوجد لا جاعل ولا مجعول ادرکتہ وجودہ بلا شرط الشئے	درد	لا شئے ولا فاعل ولا مفعول لا علتہ و سبحانہ ولا معلول
کیا پایا مین نہ جاعل ہی نہ ہی وہ مجعول پایا ہے وجود اُسکا بے شرط شئے	باقی	نا شئے ہی نہ فاعل ہی نہ ہی وہ مفعول علت ہی نہ اوسکی اسجگہ نا معلول
یارب اذا عرفت انت المعبود ایاک وحدت کی الجمیع الاعیان	درد	انی سجدت حیث انت المسجود یا من انت الوجود وانت الموجود
یارب تجھے پہچانا کہ تو ہے معبود پایا ہی تجھی کو مینے سب اعیان مین	باقی	وہان مینے کیا سجدہ جہان ہی مسجود ہے تو ہی وجود اور تو ہی موجود

نعت

خواہی کہ شود درد و جہانت بہبود گر فہم کنی وگر نہ فہمی بے شک	درد	در بندگی رسول باشی بسجود حق است ہمان ہرچہ پیمبر فرمود
کونین مین چاہتا ہی اگر اپنا بھلا تو سمجھے یا نہ سمجھے باقی بے شک	باقی	رہ بندگی نبی سے سجدہ مین پڑا حق ہی وہی جو کچھ کہ پیمبر نے کہا

باید دانست کہ ہفت رباعی رالحاظ حمد و نعت اخذ کردہ برعنوان سرنامہ آوردہ شد باقی ہمہ رباعیات جناب خواجہ میر درد علیہ الرحمان و ترجمہ باقی ہیچمدان ازینجا حسب ترکیب نسخہ علم الکتاب جناب مغفور بودہ است

ساز سفرے اکابر آراستہ اند اے درد تو ہم برائے تعظیم کنون	درد	باہم بر کاب گرچنین خواستہ اند برخیز کہ اہل بزم برخاستہ اند
تیار سفر کا ہو گیا ہے اسباب ای باقی کھڑا ہو تو بھی بہر تعظیم	باقی	اور قافلے والے ہین سبھی پا بر کاب اٹھے ہین سب اہل بزم کر کے شتاب
در خلوت ما کہ رشک صد انجمن است عالم آئینہ خانہ است و ما را	درد	با خویش زبان چو شمع گرم سخن است ہر سو کہ اشارتست باخویشتن است

اپنی خلوت میں حال کھلتا ہی ہمیں اس آئینہ خانہ جہاں میں دیکھو	باقی	قال اپنی زبان سی شمع آسا ہی ہمیں ہے اپنے ہی ساتھہ جو اشارا ہی ہمیں
از فیض تو ہر خزانہ معمور آمد بخت سیہ است رخت ز عالم بربست	درد	وز لطف تو ہر غمزدہ مسرور آمد ہر سایہ کہ زیر سایۂ نور آمد
رحمت سے ترے کوئی نہ مہجور رہا بس بخت سیاہ اس کا معدوم رہا	باقی	ہر غمزدہ جان و دل سے مسرور رہا جو سایہ کہ زیر سایہ نور رہا
ہستی و عدم خراب میخانہ اوست چشم دل تو اگر حقیقت بین است	درد	امکان و وجوب مست پیمانہ اوست ہر ذرہ خلق روزن خانہ اوست
ہستی و عدم اسی کا میخانہ ہے گر دیدۂ دل تیرا حقیقت بیں ہو	باقی	امکان وجوب جس کا پیمانہ ہے ہر ذرۂ خلق روزن خانہ ہے
فہمی تو اگر ظہور کونین ز کیست نصب العین چو صبغۃ اللہ بود	درد	پیش تو برابر است چہ مرگ چہ زیست معلوم کنی تلون عالم چیست
کس کا کونین ہے سمجھ لے مطلب رنگ بیرنگ جب نظر میں آجائی	باقی	کیا مرگ ہی کیا زیست برابر ہیں سب تب سمجھے گا نیرنگی عالم کا سبب

گر باد نسیم مست بوئی تو گذشت یارب چقدر ز خلق نزدیکتری	درد	در فصل بہار محو روی تو گذشت ہر کس کہ ز خود گذشت سوی تو گذشت
ہے تیری ہی بو پر گزر باد صبا مخلوق سے یارب ہے تو کتنا نزدیک	باقی	تیرے ہی طرف گلون کا موسم ہی گیا جو اپنے سے گزرا ترے جانب گزرا
اے بہر شفاعت دو عالم لائق بے شبہ ز خورشید حقیقت بجہان	درد	دارم ز جناب تو امید واثق تو مخبر صادقی چو صبح صادق
تجھکو ہے دو عالم کی شفاعت لائق خورشید حقیقت سی جہان مین بیشک	باقی	رکھتا ہون مین تجھ ہی سے امید واثق صادق مخبر ہے مثل صبح صادق
زد شعلہ چو حسن دلفروزش خوانند خلق است عبارت از ظہور خالق	درد	گل کرد چو نار عشق سوزش خوانند خورشید چو جلوہ کرد روزش خوانند
جسکا جب حسن دلفروز اسکو کہین ہے خلق عبارت ظہور خالق	باقی	بھڑکا جب عشق نار سوز اسکو کہین خورشید کری جلوہ تو روز اسکو کہین
آن دل کہ ہمہ وقت بحق آگاہ است در دیدۂ مردان اہل تحقیق	درد	خالی ز خیالات گدا و شاہ است مصراع دگر ز بہر نیت اللہ است

جو دل کہ ہے ماہیت حق سے آگاہ اہل تحقیق کی نظر میں بے شک	باقی	سب اسکو برابر ہے گدا ہو یا شاہ وہ مصرع ثانی ہے پے بیت اللہ
بحر ہستی کہ در خروش افتادست یارب چه دمیست که بیخودی میخواہم	درد	از کشمکش عالم بجوشش افتادست بار وجود جہان بر سر ہوش افتادست
دریائے حقیقت میں جو واقع ہی خروش یارب تو مدد کر مجھے کر دی بیہوش	باقی	ہے کشمکش عالم سے ابھی سکا یہ جوش کونین کا بار سر رکھتا ہی یہ ہوش
اے درد بصد رنگ اگر پیدا ایم چون عکس نمود ما وجود دگری است	درد	اما مرآت ہستی یکتا ایم ہر چند کہ ما ایم نگوئی ما ایم
ہر چند کہ سو رنگ سے پیدا ہیں ہم یہ عکس نمود ہے وجود اور ہی کا	باقی	مثل آئینہ کے ہستی یکتا ہیں ہم موجود ہیں گو نہ کہہ پیدا ہیں ہم
لوح امکان بود ز ہستی سادہ الآن کما کان اگر در نظرست	درد	واجب ہمہ جا فیض وجودی دادہ ممکن ز عدم پا بیرون ننہادہ
لوح امکان ہی سادہ ہستی ہی کیا الآن کما کان کے معنی سمجھو	باقی	باقی ہے وجود فیض واجب ہر جا ممکن نے عدم سے پاؤں باہر رکھا

هر جا که ترا جلوه گری خواهد بود در صفحهٔ امکان کلفت گر نبود	درد	دل در صد و پرده دری خواهد بود باطل چون سطح جوهری خواهد بود
جس جا پہ تری جلوہ گری ہو کامل گر صفحۂ امکان نہو تیری طرف	باقی	ہوگا مرا دل پردہ دری پر مائل مثل سطح جوہری کے ہوگا باطل
باطل نبود جہان حکمت بنیاد می خواست کہ بر خویش نظر بکشاید	درد	بیہودہ مداں کثرت نقش ایجاد غیریت ما آئینہ در دستش داد
خالی نہین حکمت سے جہان آرائی چاہا جب اوس نے اپنی صورت دیکھی	باقی	باطل نہین ایجاد کی کثرت بھائی غیریت میری آئینہ دکھلائی
ادراک مرا دعوت پیدائی کرد زین پیش نداشتم دماغ صحبت	درد	فریاد کہ رسوائی شناسائی کرد علم است کہ این انجمن آرائی کرد
ادراک نے جب دعوت پیدائی کی مجھکو تھا کہان دماغ صحبت پہلے	باقی	فریاد کہ پیدا و شناسائی کی اس علم نے سب انجمن ارائی کی
اینجا کہ بلیہ تقید عام است زندانی قید ہستیم چون طاؤس	درد	آزادگی اے درد خیال خام است ہر نقش پرے کہ ہست چشم دام است

دنیا مین بلا ہے تقید ہے عام قید ہستی مین ہو نہین مثل طاؤس	باقی	باقی آزادگی ہے سودائی خام جو نقش ہے اسکی ہو دیدۂ دام
مارا نبود گریز ازان کو کہ توئی گو آئینہ وجہ تو باشد ہمہ خلق	درد	تو ہر سو دو کس نرفتہ آن سو کہ توئی نتوان دیدن ترا ازان رو کہ توئی
جس کوچہ مین تو ہے نہین وہان اپنا گزر سب خلق تری ذات کا کو آئینہ ہی	باقی	ہر سو مین ہو تو وہان نگہبا کوئی بشر جو منہ ہی ترا دیکھہ نہین سکتی نظر
ہر چند چو شعلہ سرفرازی کردیم ہر سرکشئی کہ بود آخر چون شمع	درد	یک عمر ہمان زبان درازی کردیم دیدیم کہ صرف جان گدازی کردیم
گو شعلہ نما ہے سرفرازی اپنی کیا حاصل سرکشی ہوا آخر کار	باقی	یک عمر رہی زبان درازی اپنی ہے شمع کی طرح جان گدازی اپنی
از ہر بد و نیک چون خوش و شاد شدیم یعنی دل را کہ باعث تفرقہ بود	درد	وارستہ ز خار و گل چو شمشاد شدیم بستیم بہ زلف یار آزاد شدیم
ہر نیک و بد سے خوش ہوئی شاد ہوئے تھا باعث تفرقہ ہمارا یہ دل	باقی	آزاد گل و خار سے شمشاد ہوئے باندھا اسے زلف سے تب آزاد ہوئے

گاہے سحر است و گاہ شام است اینجا مانند شرر مشو زہستی غافل	درد	از کون و فساد انتظام است اینجا در چشم زدن کار تمام است اینجا
روشن ہے کبھی سحر کبھی ظاہر شام مانند شرر نکر غرور ہستی	باقی	اس کون و فساد کا بُرا ہی انجام اک چشم زدن میں کام ہوتا ہی تمام
مطرب فانی و بزم و ساقی فانی بردار دل از کثرت بی بود جہان	درد	با ہر کہ شدی آہ ملاقی فانی اللہ بود و باقی و باقی فانی
مطرب فانی ہے بزم و ساقی فانی اس دار فنا میں دل لگی خوب نہیں	باقی	تو جس سے ملا وہ ہے ملاقی فانی اللہ ہے باقی اور باقی فانی
سر رشتۂ نظم ما و من برہم خورد تا جمع نمودیم چو مژگان خود را	درد	چون گُل اوراق این چمن برہم خورد اے درد ہزار انجمن برہم خورد
سر رشتۂ نظم ما و من برہم ہے جبتک کہ کیا مثل پلک آپکو جمع	باقی	گل کی مثل ہر برگ چمن برہم ہے ای باقی ہزار انجمن برہم ہے
ہر لحظہ درین خانہ کہ من می آیم چون شعلہ کجا رسیدنم منظور است	درد	گم کردہ رہ شناختن می آیم پیوستہ برون ز خویشتن می آیم

معلوم نہین گھر سے کہان جاتا ہون شعلہ کی طرح کہین پہونچنا ہوگا	باقی	بھولا ہوا رستہ ہون گھبراتا ہون یون آپ سے باہر جو نکل آتا ہون
اے درد اگر صفائی جانے داری دانم بہ محیط خویش و اصل گردی	درد	آئینہ حسن بے نشانے داری چون سیل تو ہم طبع روانے داری
اے باقی اگر صفائی جان رکھتا ہے دریا مین تو جا پہونچیگا سیلا کی مثل	باقی	آئینہ حسن بے نشان رکھتا ہے تو بھی تو خود اک طبع روان رکھتا ہے
شخص انسان کہ شان اعظم دارد لیکن نتوان یافت بہ بحر کونین	درد	دارد بخود آنچہ ہر دو عالم دارد آن گوہر نایاب کہ آدم دارد
شخص انسان خلق اعظم مین ہے بحر کونین مین ہے ملتا ہے کہان	باقی	اس مین جو ہے از دونون عالم مین ہے وہ گوہر نایاب جو آدم مین ہے
در عجز نیاز کبریائیم ہمہ با درد نشان بسان اکسیر ای درد	درد	در کسوت فقر باغنائیم ہمہ خاکیم اگرچہ کیمیائیم ہمہ
ہین مظہر شان کبریا ہم درویش اکسیر کے مانند سمجھ اے باقی	باقی	ہین فقر مین رشک اغنیا ہم درویش گو خاک ہین پر ہین کیمیا ہم درویش

خواہی کہ ہمہ راز آلہی فہمی اے بے خبر از خویش چہ امکان داری	درد	چیزے کہ بروں ز فہم خواہی فہمی اسرار آلہی تو کجا ہی فہمی
خواہاں ہے کہ اسرار آلہی سمجھے اپنے ہی کو سمجھا نہیں کیا امکان سمجھے	باقی	آوے نہ سمجھ میں خواہ نخواہی سمجھے اسرار آلہی کو کماہی سمجھے
ہر چند ہمہ بہ آبِ رنگ آمدہ ایم تا کے بہ گرفتگی خاطر سازیم	درد	از شیشۂ دل زیر سنگ آمدہ ایم چون غنچہ ز وضع خویش تنگ آمدہ ایم
گو باغ جہان میں شوخ رنگ آیا ہوں کب تک یہ گرفتگی برنگ غنچہ	باقی	شیشہ کی طرح سے زیر سنگ آیا ہوں آپ اپنی ہی وضع سے میں تنگ آیا ہوں
ہر چند کہ بر لب است حرف خندان چون گل ہمہ مشق سینہ چاکیہا بود	درد	دل گہ نکشید لیک ظرف خندان عمرے کہ نمودہ ایم صرفِ خندان
گو لب پہ رہا ہمیشہ حرف خندان تہی مشق وہ گل کی سینہ چاکی کی مشق	باقی	دل کو نہوا میل بہ ظرف خندان جو عمر کہ ہنسنے کی ہے صرف خندان
اطلاق و تقیید از چہ ممتاز جلی است فہمیدہ بہ عمرو زید بنگر کاینجا	درد	در مرتبہ جمع ہمہ یک معنی است جزئی است تخیل و بعقل کلی است

اطلاق و تقیید نہیں دونوں مخفی تو زید و عمر سے سمجھ اور دیکھ یہاں	باقی	ہیں مرتبہ جمع میں اک ہی معنے جزئی ہے تخیل اور تعقل کلی
وحدت نظارہ باز یکتائی اوست تنزیہہ تجرد و تقیید تشبیہ	درد	کثرت آئینہ دار پیدائی اوست سلب و ایجاب صف رعنائی اوست
وحدت نظارہ باز یکتائی ہے تنزیہ تجرد اور تقیید تشبیہ	باقی	کثرت آئینہ دار پیدائی ہے سلب و ایجاب صف رعنائی ہے
آنانکہ بہ تحصیل نظر داشتہ اند ہشدار کہ برگ و بار گل خواہد کرد	درد	خرمن خرمن ز علم انباشتہ اند زین تخم کہ در مدرکہ ات کاشتہ اند
تحصیل و فضل ہے جنہیں مدنظر پھولینگے پھلینگے اور لائینگے بہار	باقی	سینہ میں بھرا ہے انکی علم اور ہنر وہ تخم جو بوئے ہیں یہی انکا ثمر
یک عمر قدم براہ افسانہ زدیم المنۃ للہ کہ آخر اے درد	درد	یکچند در کعبہ و بتخانہ زدیم در میکدہ آمدیم و پیمانہ زدیم
یک عمر حکایتیں تھیں اور افسانہ المنۃ للہ کہ آخر باقی	باقی	یکچند حرم تھا ہم سے یا بتخانہ ساقی ہی ہم ہیں مے ہی اور پیمانہ

ہر چند نشد دل ز حقیقت آگاہ یارب تو ز خود نشانہی یا نہی	درد	پائے طلبش ہست ہمان بر سر راہ ما ئیم و ہمین نام تو اللہ اللہ
ہرگز نہ حقیقت سی ہوا دل آگاہ تو اپنی نشانہی کرے یا نہ کرے	باقی	اوس کے ہین وہی پائے طلب بر سر راہ ہم ہین یہ ترا نام ہے اللہ اللہ
کیفیت چشم تو بخاطر جا کرد بر دل چو نظر فتاد از خود رفتم	درد	مستغنیم از کشمکش صہبا کرد این شیشہ مگر نشہ ئی پیدا کرد
کیفیت چشم کی جو دل مین جا ہی دل پر جو نگاہ کی تو سرمست ہوا	باقی	ساقی کس کو شراب کی پروا ہے اس شیشہ مین خود نشہ ہی پیدا ہے
از حرص گر آستین فشاند دل ما اے درد ہزار سلطنت مفت بود	درد	چون نشہ چہ عجب کہ حکم راند دل ما جمعیت اگر بہم رساند دل ما
گر ترک کرے حرص ہمارا یہ دل باقی کو ہزار سلطنت مفت ملے	باقی	ہو نشہ کی طرح سے حکمرانی حاصل جمعیت دل اوس کو اگر ہو کامل
بر دوشش ہوا بستہ نفس محمل ما حل ہمچو حباب گرچہ کردیم ولے	درد	حیف است کہ پیچیدہ موے درد دل ما جز ہیچ نداشت در گرہ مشکل ما

یہ کہتا ہے نفس ہوا یہ اپنا محل مانند حباب حل ہو گئی گرچہ لیکن	باقی	ہے حیف کرے ہوس گر بنیاد دل خیمہ ہیچ نہ ہستی گردمین کوئی مشکل
اے درد چہ گویم از چہ گویم با تو او باطن محض گشتہ از فرط ظہور	درد	خود بیخبرم خبر چہ گویم با تو ظاہر تر ازین دگر چہ گویم با تو
اے باقی بیخبر کہون کیا تجھ سے ہے فرط ظہور سے حق باطن محض	باقی	ہے بیخبری اثر کہون کیا تجھ سے ظاہر تر و گر کہون کیا تجھ سے
آن جلوہ کہ از طاق شعورم افگند تا پردہ راز از قربیت نہ درد	درد	بر خرمن ہوش برق طورم افگند نزدیک شد آن قدر کہ دورم افگند
وہ جلوہ جو چشم دید کا نور ہوا پردہ اٹھا جو قربیت کا بس	باقی	غفلت سوزی کو شعلہ طور ہوا نزدیک ہوا ایسا کہ مین دور ہوا
درد آن کہ از دگرمئی صد محفل بود او بر سر تربتش سحبان آگاہ	درد	روزے دو سہ زین پیش درین منزل بود کاین مشت غبار زمانے دل بود
وہ باقی فانی جو بڑا کامل تھا اب خاک پہ اس کی جا کے عبرت دیکھ	باقی	وہ روز کے آگے رونق محفل تھا ہے مشت غبار اب کبھی یہ دل تھا

گر بودہ ام و دگر نبودم رفتم درآئینہ وہم چو تمثال اے درد	درد	بال و پر جلوہ کشودم رفتم روئے کہ نداشتم نمودم رفتم
مین تھا کہ نہ تھا ظہور پایا کہ چلا یان آئینہ وہم مین تمثال مثال	باقی	پر کھول کے کچھ مزہ اڑایا کہ چلا صورت جو نہ تھی اسے دکھایا کہ چلا
ہرچند کشد زمانہ کار خود را از پائے فتادہ ایم چون سایہ ولے	درد	از دست مدہ تو اعتبار خود را ہرکس نہ فگندہ ایم بار خود را
ہرچند کرین اہل جہان کار اپنا سایہ کی طرح گری ہوئی ہین لیکن	باقی	کھوتا نہین اعتبار اے یار اپنا ڈالا نہ کسی پہ ہمنے یہ بار اپنا
با اہل دل تندی خو پیدا کن تا کے زہوا زنی بہ عزت آتش	درد	در گلشن سکینت نمو پیدا کن درخاک نشین و آبرو پیدا کن
ساتھ اہل دل کے تندی خو پیدا کر کب تک تو جلائیگا ہوا سی عزت	باقی	گلشن مین سکوت کی نمو پیدا کر ہو خاک نشین تو آبرو پیدا کر
گر مست شبابیم و خراب شیبیم ستار عیوب نیست جز پردۂ غیب	درد	در محو ہنر تمام صرف عیبیم مشتاق لقائے پردہ پوش غیبیم

گر مست شباب ہین کہ ہین خستہ شیب مشتاق ہم اسکے ہین لقا کے باقی	باقی	ہین محو ہنر یا کہ ہین مصروف عیب ستار عیوب ہے جو در پردہ غیب
شب زندہ نداشتی و مُردن نزدیک دل غافل و مرگ پر قریب است آہ درد	درد	مانند سحر نفس شمردن نزدیک گل خندہ و ہنگام فسردن نزدیک
بیمار ہون تجھ پہ رات بھاری ہے قریب نزدیک ہے موت عقل سے باقی دور	باقی	مانند سحر نفس شماری ہے قریب گل کھلتے ہین مرجھانیکی باری ہے قریب
بر جرم گر اعتراف خواہی کردن یارب تو کریم و من گنہگار توام	درد	دل را ای درد صاف خواہی کردن دانم آخر معاف خواہی کردن
مجرم ہون اعتراف کرتا ہون صاف یارب تو کریم ہے گنہگار ہون مین	باقی	کیا منہ ہے جو چاہون مین کچھ اپنا انصاف تقصیر معاف ہوگی تقصیر معاف
اندیشہ اگرچہ پیش و پس میگردد نے ہیچ کسے شریک ہستی باشد	درد	در خویش بدل بہر نفس میگردد ہستی نہ شریک ہیچکس میگردد
گردش سے پیش و پس کی ہے یہ ہستی ہستی نہ کسی اپنے کرتی ہے شریک	باقی	رونے پہ ہے اس خلق کی خلقت ہستی ہوتا ہے نہ کوئی یہان شریک ہستی

اے درد اگر محرم راز قدمے اے ہیچ ترا باین خیالات چکار	درد	با شادی و غم چرا عبث متہمے جائے کہ وجود نیست تو آنجا عدمے
باقی کیا جانتا ہے اسرار قدم ای ہیچ تجھے کیا ہے تخیل سے کام	باقی	ہوتا ہے عبث متہم شادی و غم جس جا کہ وجود ہی وہان تو ہی عدم
اے جلوہ بدیدہ یار خواہد گردید ما آئینہ ایم خود پرستست نگار	درد	رازش ہمہ آشکار خواہد گردید ناچار بما دوچار خواہد گردید
اک دن دیدار یار ہو جائیگا مین آئینہ ہون نگار ہی حسن پرست	باقی	راز اُس کا خود آشکار ہو جائیگا ناچار کبھی دوچار ہو جائیگا
ناچار اے درد درجہان باید زیست مُردن بمراد خود میسر گر نیست	درد	ہر چند کہ شد ز زیست گران باید زیست چندے بمراد دیگران باید زیست
باقی دنیا مین رائیگان جینا ہے ہم اپنی مراد سے نہین مر سکتے	باقی	ہر چند ہے زندگی گران جینا ہی اوروں کی مراد سے یہان جینا ہی
ہر چند کہ صد جلوہ نمود ست وجود معلوم نہ گشت انکشافی کہ مراست	درد	واکردن چشم غیر حیرت نہ نمود بکشود کہ وبر کہ کشاد وچہ کشود

سو جلوے وجود نے دکہائی ہے یہان مجہکو جو ہے انکشاف معلوم نہین		حیرت کے سوا دیکہنے سے کیا ہو جہان کس نے کہولا کیا کہلا ہے ہون حیران
جاہل طبعیم گرچہ با عرفانیم حرف از نا دگر نیاید پرسید	درد	طفلیم ہنوز گو مطول خوانیم ما می دانیم انچہ میدانیم
جاہل ہین معرفت کو پہچانتے ہین ہے زنہار دوسری بات نہ پوچہہ ہم	باقی	ہین طفل مگر بہر ہین مانتے ہین ہم جانتے ہین جو کچہ کہ ہم جانتے ہین
اے درد ازین بزم اگر باخبری بر خویش چو شمع چشم بکشا کاینجا	درد	بیہودہ چرا ہر طرف می نگری ہر چند ستادہ و لے میگزری
باقی اگر اس بزم سے تو ہے آگاہ تو آپ کو مثل شمع کے دیکہہ یہان	باقی	کیون بیہودہ ہر طرف کو کرتا ہے نگاہ ہر چند کہڑا ہوا ہے چلتا ہے تو راہ
تمیز کہ غیر نقش تشویش نہ بست گفتم وحدت چسان بہ کثرت گنجد	درد	ہر لحظہ بہ نیرنگی رنگی پیوست دل آمد و پیش رویم آئینہ شکست
اوہام نے ہوش کا جو رخ موڑ دیا پوچہا یہ کہ وحدت ہوئی کثرت کیسی	باقی	نیرنگ کو لا کے رنگ سے جوڑ دیا دل نے پیش آ کے آئینہ توڑ دیا

ہر چند کہ اسفلیم لیک اعلائیم جز نام دگر ز ما نیاید طلبید	درد	سنگیم ولے کعبہ پر بنائیم مانند نگین جلوہ گہ اسمائیم
ہر چند کہ ادنی ہیں مگر اعلیٰ ہیں ہم سے جز نام دوسری بات نہ پوچھ	باقی	پتھر ہیں مگر کعبہ میں یا برجا ہیں مانند نگین جلوہ گہ اسما ہیں
باعث شدہ بر عروج ما پستی ما آگاہ ز آگاہی خود ساختہ است	درد	ہشیاری ما فزود از ہستی ما عارض شدہ غفلتے کہ بر ہستی ما
باعث ہے مرے عروج کا یہ پستی ہستی پہ جو عارض ہوئی غفلت اوسنے	باقی	ہشیاری نے کی زیادہ میری مستی آگاہ کیا سمجھا میں اپنی ہستی
چو آئینہ باید کہ مصفا باشی اے درد اگر قریب خدا میخواہی	درد	تا مظہر نور حق تعالےٰ باشی دور از خود و نزدیک بہ دلہا باشی
آئینہ صفت دلکو تو کرلے پر نور اے باقی اگر حق سے ہے قربت منظور	باقی	تا تجھ میں ہو انوار الٰہی کا ظہور نزدیک دلوں سے رہ او اپنے سے دور
چون دود نہ پیچد از چہ سودا بدماغ رفتند بخواب اہل بزم و ما را	درد	گردست جگر غم احبا ہمہ داغ باز ست ہنوز چشم مانند چراغ

مانند وہ ہوین کے ہی جو سودا پہ داغ سب سو گئے اہل بزم لیکن باقی	باقی	احباب کے غم سے ہے جگر میرا داغ اتبک ہے کہلی ہی کہلی آنکہہ مری مثل چراغ
گرم سفرم زمنزلے میگویم این قافلہ مست می بے دردی من	درد	افسانۂ شوق محملے میگویم بانگ جرسم درد دلے میگویم
ہون گرم سفر کرتا ہون ذکر منزل یہ قافلہ ہے مست مئی بے دردی	باقی	پڑہتا ہون مین افسانۂ شوق محمل مین بانگ جرس ہون کہتا ہون درد دل
آن ذات غیور یار باخویشتن است گنجایش غیر در حریمش نہ بود	درد	وان آئینہ رو دوچار باخویشتن است اورا ہمہ کار و بار باخویشتن است
وہ ذات غیور یار اپنا ہی ہے گنجایش غیر اسکی دم مین مشکل	باقی	آئینہ مین دوچار وہ اپنا ہی ہے سب کرتا وہ کاروبار اپنا ہی ہے
تا کے بہ غم منضج و مسہل خوردن ای درد اجل چو ہیچ کس را نگذاشت	درد	خود را ز تردد این ہمہ افسردن بر زیستن این قدر نباید مردن
کب تک اس موت سے ہے ڈرنا باقی چہوڑا نہ اجل نے جب کسیکو تو پہر	باقی	منضج مسہل کی فکر کرنا باقی اس جینے پہ اسقدر نہ مرنا باقی

نے آن کہ دعا ہیچ ندارد اثرے مشروط بشرط این و آن نیست کہ ہست	درد	موقوف نہ زندگی بہ برگ و برے نبض و مرض و شفا بدست دگرے
کیا کہیئے اثر نہیں دعا میں کیا بات مشروط یہ شرط این وان پر کب ہے	باقی	کچھ اغذیہ پر نہیں ہے موقوف حیات ہے نبض و مرض شفا کسی اور کے ہاتھ
فریاد کہ حسن بے حجاب او را صد جلوہ نمود یار ما بے خبران	درد	در پردہ نہفت پردہ کوری ما افسوس نداشتیم چشم بینا
فریاد کہ بے حجاب تھا حسن اوسکا ہم بے خبر اوس نے سو دکھائی جلوے	باقی	پردے میں ہماری کوری سے چھپا افسوس نہیں رکھتے تھے چشم بینا
در قسمت من نیست چو معدومی بس آبم نہ نشاند چون گہر گردی را	درد	آثار وجود چون توان کرد ہوس چون لعل ز آتشم نمیسوزد خس
قسمت میں ہمارے ہے یہ معدومی بس موتی کیطرح پانی نے بٹھلائی نہ گرد	باقی	آثار وجود کی کرین خاک ہوس اور آگ نے مثل لعل پھونکی نہیں خس
اے درد دلے کہ راز حق را فہمید عارف دانست انچہ عارف دانست	درد	ہر بحث ہمان بحث ہیولے افہمید ملا فہمید انچہ ملا فہمید

باقی جس دل نے رازِ حق کا سمجھا عارف جو جانا اُسکو عارف جانا	باقی	ہر بحث کو بیں وہ بحث مولے سمجھا ملا جو سمجھا اُسکو ملا سمجھا
گا ہے خلش غرور باشد مارا ما ہیچ نئیم درد وہم ہستی	درد	گہ ناخنِ عجز سینہ خراشد مارا ہر لحظہ صورتے تراشد مارا
گا ہے خلش غرور ہستی ہی فاش ہیں کچھ نہیں باقی ہوں مگر میرا وہم	باقی	گہ ناخن عجز مجھکو دیتا ہی خراش ہر لحظہ ہی شکل کی کرتا ہی تراش
یارب چہ زبان کارم و گویم کہ بہ بخش دارم چو محمدی شفیع محشر	درد	بارے زگنہ دارم و گویم کہ بہ بخش صد تودہ گنہ آرم و گویم کہ بہ بخش
کتنا ہیں زیان کار ہوں اور منہ ہی سیاہ رکھتا ہوں محمد سا شفیع محشر	باقی	ہے بار گنہ بخش تو میرے اللہ تو بخش ہیں لایا ہوں یہ سو تودے گناہ
ہر چند کہ من دلے فضولی دارم با این ہمہ اے رحمتِ بیعلتِ حق	درد	فہمید کج و طبع جہولی دارم از درگہت امید قبولی دارم
افعال ترے ہیں گرچہ بیہودہ فضول ای رحمت بے علت حق ساتھہ اسکے	باقی	تیڑھی ہی سمجھ مری اور طبع جہول درگاہ سے تری رکھتا ہوں امید قبول

این شعبدہ ہا کہ رو نماید ہمہ ترک ہمہ اختیار باید کردن	درد	زشتند ولے نکو نماید ہمہ زان پیش کہ ترک تو نماید ہمہ
یہ شعبدے جو شکل دکھاتے ہیں سب ان سب کو تو چھوڑ دے یہاں آ باقی	باقی	گو زشت ہیں اچھے نظر آتے ہیں سب چھوڑینگے تجھے. ساتھ کب آتے ہیں
انسان کہ حباب و حباب عالمیست در بزم خیال او کہ زشک خلد است	درد	اے درد عجب گر فارغ بالیست چو آئینہ جائے ہر کہ آید خالیست
انسان کی حباب ہی حباب والا بزم دل میں جو اس کے آجاتا ہے	باقی	اس کی درگاہ میں فراغت ہی سدا آئینہ کی طرح اسکی خالی ہے جا
چشم گرد دیدن فانوس خود است در بزم ظہور بے سبب ماندہ ام	درد	گوشم ہمہ بر صدائے ناقوس خود است چون شمع مرا سر قدمبوس خود است
میں نور فزا اپنے ہی فانوس کا ہوں اس بزم ظہور میں ہوں مانند شمع	باقی	عاشق اپنے صدائے ناقوس کا ہوں مشتاق ہیں اپنے ہی قدمبوس کا ہوں
گاہے طرف شادی بیہودہ شدیم گلگشت گلستان تجاہل کردیم	درد	گہ با غم بیفائدہ آلودہ شدیم از گردش رنگ خویش فرسودہ شدیم

رہتے ہیں کبھی خوشی سے آسودہ ہم گلگشت گلشن تجاہل کرکے	باقی	ہوتے ہیں کبھی غم سے غم آلودہ ہم اس گردش رنگ سے ہیں فرسودہ ہم
گہ در طلب کمال علم و ہنریم داریم ہجوم بر لب بہر خیالی	درد	گاہے ز رہ بیہودگی در بدریم ہستی پل بستہ از تو ما می گذریم
ہم علم و ہنر کے گہ طلبگار ہوئے دریا کے خیال پر کیا ہمنے ہجوم	باقی	گاہے بیہودہ در بدر خوار ہوئے ہستی پل باندھا تجھ سے ہم پار ہوئے
ہستی کہ وبال گردن آمد چون دین اے پیش و پس تو ہیچ چشمی بکشا	درد	ہنگامہ وہم ست گو غیر و چہ عین گر واقفی از وجود بین العدمین
ہستی کہ وبال جان ہے مانند دین کچھ بھی نہیں پیش و پس کی آنکھیں تو کھول	باقی	ہے وہم کا ہنگامہ نہ ہے غیر نہ عین گر جانتا ہے وجود بین العدمین
ہر صبح چو صبح سینہ شق باید کرد بر ہستی بے ثبات مثل شبنم	درد	ہر شام جگر خون چو شفق باید کرد سر تا قدم از شرم عرق باید کرد
ہر صبح کو کر صبح صفت سینہ کو شق اس ہستی بے ثبات پر شبنم وار	باقی	ہر شام جگر کو خون کر مثل شفق باقی ہمہ تن شرم سے ہو جا تو عرق

فرمود چنین حضرت حی قیوم ہشدار کہ در عالم کثرت ہرگز	درد	در گوش دلم کہ اے طلسم موہوم تا من ہستم تو ہم نگردی معدوم
فرماتا ہے گوش دل مین حی قیوم رکہیہ ہوش کہ اس عالم کثرت مین تو	باقی	سن لے تو یہ اسرار طلسم موہوم جبتک کہ مین ہون نہوگا ہرگز معدوم
ما صاف دلان نہ ہاے دہوے داریم جز جلوہ او ز ما نہ باید طلبید	درد	نے بحث بہ کس نہ گفتگوئی داریم ما آئینہ ایم عکس روے داریم
ہم صاف دلونکو لطف کیا ہاہو کا جز جلوہ یار ہم سے کچہ بات نہ پوچہہ	باقی	اور ہم کو کہان دماغ گفتگو کا ہم آئینہ ہین ہم مین ہے عکس اوس رو کا
یک عمر ز دور می شنیدم او را اکنون کہ چون آئینہ رسیدم پیشش	درد	در بر بخیال می کشیدم او را خود را او دید من نہ دیدم او را
اک عمر مین دور سے سنا تہا اوسکو اب روبرو ہو گیا جو آئینہ کی طرح	باقی	آغوش خیال مین لیا تہا اوسکو وہ دیکھہ لیا مین نے نہ دیکھا اوسکو
ہر خلق در واہمہ بازارست اینجا ہرچند کہ تار زندگی کوتاہ ست	درد	ہنگامہ غفلت است وا زست اینجا عمر طول امل دراز ست اینجا

دنیا میں ہے غفلت یہ در وا ہمہ باز ہر چند کہ تار زندگی ہے کوتاہ	باقی	ہنگامہ ہے غفلت کا یہاں اوج پہ آز لیکن طول اس کی ہے عمر دراز
اے آنکہ ہمیشہ در خیال اوئی از خود طلب آن ہمہ کمال اورا	درد	یا طالب دولت وصال اوئی چون آئینہ مظہر جمال اوئی
ہر چند کہ ترے دل میں خیال اوسکا ہے پیدا کر لے کمال پھر آئینہ سا	باقی	ہر شام و سحر شوق وصال اوسکا ہے یہ دل تیرا مظہر جمال اوسکا ہے
خمار خمار گر ز صہبا بشکست این ہا ہمہ بندہ ہوائے نفسند	درد	در محتسب از غرور مینا بشکست من بندہ آن کسم کہ خود را بشکست
خمار نے گر خمار اپنا توڑا یہ بندے ہیں سب اپنے نفس کے باقی	باقی	نخوت سے جو محتسب نے مینا توڑا میں بندہ ہوں اوسکا جس نے نفس اپنا توڑا
نے جام و نہ مینا و نہ ساقی نے گل ہنگامہ ہستی است چہ حسن وچہ عشق	درد	نے مطرب نے نغمہ نہ چنگ و نہ دہل نے شمع نہ پروانہ نہ گل نے بلبل
مینا ہے نہ جام ہے نہ ساقی ہے نہ گل ہنگامہ ہستی ہے یہ حسن اور یہ عشق	باقی	مطرب ہے نہ نغمہ ہے نہ ہے چنگ دہل نے شمع نہ پروانہ نہ گل ہے بلبل